دیوالیہ سے متعلق شرعی و ملکی قوانین (ایک موازنہ)

تحریر: حافظ محمد شریف' اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ

اسلام نے زندگی کے دیگر معاملات کی طرح معاشیات' اقتصادیات اور مالی معاملات سے متعلق بھی ہدایات دی ہیں۔ اس نے باقاعدہ قوانین کا ایک سلسلہ پیش کیا ہے اور ان معاملات کی طرف توجہ دی ہے اور کوشش کی ہے کہ کوئی مسئلہ ناقابل حل نہ رہے۔ یہ ایک ایسا مکمل دین ہے جو ہر دور اور جگہ کا ساتھ دینے کی صلاحیت رکھتا ہے جسے اللہ تعالیٰ روئے زمین پر پھیلا کر رہے گا۔ چنانچہ زیر نظر مقالہ میں اقتصادیات کے ایک اہم مسئلہ دیوالیہ (تفلیس) پر بحث کی گئی ہے۔

نظام الافلاس کا ارتقاء

قدیم ادوار میں یہ نظام مختلف ادوار و مراحل سے گزرا، روم و اٹلی میں قرض دار سے مختلف سلوک کیا جاتا۔ مثلاً قرض وصول کرنے کے لئے قرض دار کی ملکیت میں موجود اموال کو فروخت کر دیا جاتا اور اگر کوئی مال اس کی ملکیت میں نہ ہوتا تو قرض خواہ اس سے خدمت لیتا خدمت کے قابل نہ ہوتا تو قرض دار کو غلام کی طرح فروخت کر دیا جاتا۔ اس دور میں عام دستور تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس طریقہ میں ردوبدل ہوتا گیا۔ نتیجہ یہ تھا کہ قرض خواہوں کے حقوق تو محفوظ ہو گئے مگر قرض دار کے حق کو کوئی تحفظ حاصل نہ تھا۔ اس کے بعد ایسا طریقہ اپنایا گیا کہ قرض خواہ کا حق بھی محفوظ نہ رہا۔ اگر قرض دار غنی ہوتا تو قرض خواہ مطالبہ کا کوئی حق نہ رکھتا۔ اس طرح دونوں صورتوں میں ظلم کسی نہ کسی طرح سے موجود تھا۔ عدل و انصاف نہ دائن کو حاصل ہوتا نہ مدیون کو۔ اس طرح سے بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ کہ نظام تفلیس تین مختلف ادوار سے گزرا۔ ارتقاء سے پہلے کا دور۔ ارتقاء قرون وسطیٰ میں اور دیوالیہ کا ارتقاء عصر حاضر میں۔

دور اول

اس دور میں کوئی خاص قانون موجود نہ تھا بلکہ اس دور میں دائن مدیون کے ساتھ حسب خواہش معاملہ کرتا گویا جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون کار فرما تھا جو طاقت ور ہوتا خواہ قرض دار یا قرض خواہ جیسے چاہتا سلوک کرتا۔ اگر مدیون قرض ادا نہ کرتا یا دیر کر دیتا تو طاقت ور دائن اسے غلام

بنالیتا۔اسے قید کرلیتایااسے نظر بند کر دیتا(۱)اس کے بعد یہ تبدیلی ہوئی کہ دائن مدیون کے اموال سے تعلق رکھتا نہ کہ اس کی ذات سے۔ البتہ حبس کا حق حاصل تھااور مال بھی مدیون کی مرضی کے بغیر نہیں لے سکتا تھا۔اس کے بعد روم میں سب سے پہلے قانون بنایا گیا۔ جس سے کسی قسم کی تدلیس کو ممنوع قرار دیا گیااور غرباء کو حقوق میں برابر قرار دیا گیااس طرح معاملات چلتے رہے۔اس دور میں در حقیقت دو قسم کے قوانین دو قسم کے افراد کے لئے تھے۔ایک اس شخص کے لئے جو ادائیگی قرض سے حقیقتاً عاجز ہوتا۔ اس کو جسمانی سزا نہیں دی جاسکتی تھے بلکہ اموال کے ساتھ وابستگی رکھی جاتی۔ دوسرا وہ شخص جو اپنی طاقت کے بل بوتے پر قرض ادانہ کرنا چاہتا تھا۔اس کو جسمانی سزادی جاسکتی تھی۔ پہلے کو جسمانی سزا اس لئے نہیں دی جاسکتی تھی کہ اس کے پاس جو مال ہوتا وہ قرض کی رقم سے کم ہوتا۔

یہ قوانین روم میں اور آس پاس کے علاقوں میں پھیل گئے تھے۔ یہاں تک کہ اٹلی میں تمام کاوباری شعبوں میں یہ قانون رائج ہوگیا کہ قرض خواہ کا تعلق مدیون کے اموال کے ساتھ ہوگا نہ کہ اس کی ذات اور شخصیت سے۔(۲) یہ قانون بننے سے پہلے قرض دار کو جسمانی سزادی جاتی اور مقروض سے خدمت وغیرہ لی جاتی۔اس کے بعد رومی قانون کو اپنایا گیا'صرف ایک جواز باقی رہ گیا کہ قرض خواہ کا تعلق صرف مدیون کے مال سے ہو اور کسی چیز سے نہیں۔اب مغربی قانون اور برطانیہ کا قانون یہی ہے کہ قرض خواہ کا حق قرض دار کے اموال منقولہ وغیر منقولہ سے ہوگا اور اس جائیداد کو برائے ادائیگی قرض فروخت کیا جاسکتا ہے اور مقروض کی قید وبند کا جواز صرف بعض ناگزیر حالات میں ہے نہ کہ ہر حال میں۔(۳)

دوسرا دور دیوالیہ (تفلیس) قرون وسطی میں

گزشتہ صفحات میں اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ حبس یا قید کا قانون اکثر ممالک میں مروج تھااور حصول قرض کا یہ سب سے بڑا ذریعہ تھالیکن اس کے باوجود اس قانون میں نہ تو دائن کا کوئی فائدہ تھا نہ مدیون کا۔اور ۱۲۸۳ء میں رقم کو واپس لینے کا ایک طریقہ اور دستور یہ بنایا گیا کہ قرض خواہ مدیون کے تمام مالوں پر رہنا قبضہ کرلیتا اگر یہ مال ادائیگی کے لئے کافی نہ ہوتا تو مقروض کو قید کردیا جاتا۔ اسے(State Merchant) کہا جاتا تھا۔ اس قانون کی انتہا بھی قید پر ہوئی۔ یہ تبدیلی تیرھویں سے سولھویں صدی عیسوی تک نافذ رہی اور حبس مدیون پر جا ٹھہری۔ یہ قانون برطانیہ اور اس کی اتحادی (States) میں نافذ ہوگیا کہ مدیون کو قید خانے میں ڈال دیا جائے۔اس کے علاوہ دیگر یورپی ریاستوں

میں بھی عرف عام کی بنا پر یہی قانون نافذ تھا(۴)لیکن دائن ومدیون کی مشکلات کو یہ قانون بھی حل کرنے سے عاجز رہااور دونوں کے درمیان کوئی مصالحت نہ ہو سکی اور مدیون دھوکہ باز اور صحیح النیہ کے درمیان اس قانون میں کوئی فرق روا نہیں رکھا گیااور Member of Common Law کو اس قانون میں ایک خامی یہ بھی نظر آئی کہ اس قانون سے مدیون کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے مالوں پر جب قبضہ کر لیا گیا تو یہ قرضے کیسے ادا کرے گا یہاں تک کہ اگر کچھ اموال اس کے پاس رہنے بھی دیئے جائیں تو بعض قرض خواہوں کے قرضے تو اتارے جا سکیں گے لیکن دوسرے قرض خواہ اس کو قید کرا سکتے ہیں تو مشکل پھر وہی رہی۔ یہ صورت حال انیسویں صدی تک برقرار رہی(۵)

قانون تفلیس کا ارتقاء موجودہ صدی میں

قانون تفلیس کی اصل بنیاد ۱۶۳۲ء کا قانون ہے جس میں کئی مرتبہ تبدیلی ہوئی البتہ اس کے بعد اس پر عمل موقوف رہااور تاجروں کی مشکلات اس طرح رہیں کہ ان کے اموال قرض داروں کے قبضے میں پھنسے رہے۔ اس کے بعد باقاعدہ ایک محکمہ اس کے لئے معرض وجود میں لایا گیا جسے (Insolvency Court) یا محکمہ تفلیس کہا جاتا ہے جو دائن ومدیون کے مسائل حل کرتا ہے اور اس کے ذریعہ باقاعدہ قانون سازی کی گئی اور اناسی شقوں پر یہ ایکٹ مشتمل ہے۔

تفلیس اور شریعت اسلامیہ

مفلس وہ مدیون اور مقروض ہے جس کے ذمہ اتنا قرض ہو کہ اس کا تمام مال قرض میں ڈوب جائے اور اس کے پاس مزید دینے کے لئے کچھ نہ ہو اس کی بنا ایک حدیث ہے جس میں آنحضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا "من المفلس "صحابہ نے جواب دیا حضور ﷺ ہم تو مفلس اسے سمجھتے ہیں : "من لا درهم له ولا دينار "آپ ﷺ نے فرمایا وہ مفلس نہیں بلکہ وہ مفلس ہے جو قیامت کے دن نیکیاں نمازیں اور روزے اور حج وغیرہ لے کر آئے گا۔ لیکن کسی کو اس نے گالی دی ہوگی، کسی پر ظلم کیا ہوگا حتی کہ اس کی ساری نیکیاں حق داروں کو دے دی جائیں اور وہ خالی ہاتھ رہ جائے گا اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا(۶) فقہا نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ مفلس "لا درهم له ولا دينار "کو فرمایا لیکن ایسے شخص سے آپ ﷺ نے جو نفی فرمائی ہے اس سے مقصود افلاس سے بالکلیہ نفی نہیں بلکہ کمال افلاس کی نفی ہے کہ کامل درجہ کا مفلس الآخرہ ہے ورنہ اصل افلاس کا لفظ تو مفلس دنیا پر صادق آتا ہے۔

تفلیس (دیوالیہ) کو مشروع کیوں کیا گیا

اسلام سے قبل انسانی سوسائٹی میں ظلم وعدوان عام تھا۔ طاقتور کو غلبہ حاصل تھا جو کمزور پر ہمیشہ ظلم ڈھاتا خواہ اس کا حق دوسروں پر ہوتا یا دوسروں کا حق اس پر ہوتا۔ اگر طاقتور نے کسی سے قرض لینا ہوتا تو قرض وار پر یہ ظلم کرتا کہ اس سے خدمت لیتا اور اسے غلام بنالیتا اور اگر اس نے قرض دینا ہوتا تو مالدار ہونے کے باوجود ٹال مٹول سے کام لیتا قرض ادا نہ کرتا کہ اس کا کوئی کیا بگاڑ لے گا۔ حتی کہ اسلام ظاہر ہوا اور دنیا عدل وانصاف سے منور ہوگئی۔ نبی اکرم ﷺ پر قرآن کریم نازل ہوا جس میں احکام وقوانین دیئے گئے۔ لوگوں کے درمیان عدل وانصاف مساوات قائم ہوئی اور مکمل طور پر حقوق کی حفاظت ہوئی' حقوق وفرائض کا تعین ہوا ان احکامات اور قوانین میں سے دائن ومدیون کے متعلق احکام وقوانین ہیں۔ جنہیں اسلام نے تفصیلی طور پر بیان کیا اور دونوں کے درمیان مساوات پیدا کی۔ اب قرض خواہوں کے حقوق کا تحفظ حصول حق سے کیا جاسکتا ہے خواہ حبس (قید) مدیون کے ذریعہ سے یا اور طریقہ (بیع اموال وغیرہ) اسلام مالدار کو ٹال مٹول کی اجازت نہیں دیتا۔ قول رسول ﷺ ہے:

"مطل الغنی ظلم" "غنی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے(۷) اور ٹال مٹول کرنے والے کے لئے فرمایا" یحل عرضہ عقوبتہ" علماء محدثین جیسے عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: "یحل عرضہ ای یغلظ لہ وعقوبتہ ای یحبتس لہ" اب مقروض پر سختی مطالبہ میں کی جاسکتی ہے حتی کہ قید بھی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن غلام نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ یہ تکریم انسانی کے خلاف ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ولقد کرمنا بنی آدم (الایۃ)(۸)

یہی وجہ ہے کہ تنگدست کو مہلت دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

وان کان ذوعسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ (۹)

نیز اللہ کے رسول ﷺ نے مقروض تنگدست وغیرہ کو غلام بنانے اور خدمت وغیرہ لینے سے منع فرمایا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں:

اصیب رجل فی ثمار فابتا عھا فکثر دینہ فقال رسول اللہ ﷺ تصدقوا علیہ

لوگوں نے صدقہ دیا لیکن صدقہ بھی ناکافی رہا۔

فقال لغرمائہ خذوا ما وجدتم ولیس لکم الاذلک رواہ الجماعۃ الا البخاری۔(۱۰)

اس روایت سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ مقروض کو صدقہ دینا مستحب ہے۔ دوسرا یہ کہ

قرضہ کی ادائیگی مکارم اخلاق سے ہے۔ تیسری یہ کہ مقروض جتنا مال رکھتا ہے اس کو قرض خواہوں کے حوالہ کردے اوراس کے علاوہ اس کے ذمہ کوئی چیز واجب نہیں (۱۱) فقہاء صدقہ کو انظار (مہلت دینا) سے افضل قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ بخاری، مسلم اور نسائی میں حدیث بھی موجود ہے :

عن ابی ہریرہؓ ان رسول اللہ ﷺ قال کان رجل ید این الناس فکان یقول لفتاہ اذا اتیت معسرافتجاوز عنہ لعل اللہ ان یتجاوز عنا فلقی اللہ فتجاوز عنہ(۱۲)

اس سے مقصد شریعت یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان حسن معاملہ اس طرح ہو کہ مال محفوظ رہیں اور کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ اسی وجہ سے شریعت نے بے وقوفوں اور کمزور عقل، چھوٹے بچوں اور پاگلوں پر کاوربای پابندی لگائی ہے اور یہ کہ اس حالت میں مال ان کے حوالے نہ کئے جائیں۔

ولاتوتو السفہاء اموالکم (۱۳)

قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں آنحضورؐ نے فرمایا حجر علی معاذ و باع ماا فی دینہ۔(۱۴)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے نظام افلاس مندرجہ ذیل مقاصد کی بنا پر مشروع قرار دیا ہے :

۱۔ قرض خواہوں کے حقوق محفوظ رہیں اور ان کے اموال ان تک پہنچ جائیں۔ اسی وجہ سے قرض داورں کو اپنے مالوں میں تصرف سے منع کر دیا۔ کہیں قرض خواہوں کو نقصان نہ پہنچے جس سے اسلام نے منع کر دیا ہے۔ لا ضرر ولا ضرار (۱۵)
اور اموال مدیون (مال کی جمع) قرض خواہوں کی مصلحت کے پیش نظر فروخت کر دیئے جائیں اور قیمت حصوں کے مطابق قرض خواہوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔

۲۔ شریعت اسلامیہ نے قرض خواہوں کا تعلق مقروض کے اموال سے رکھا۔ اس کے علاوہ کسی اور چیز کا حق نہیں، حدیث میں ہے : خذوما وجدتم ولیس لکم الاذلک (۱۶)

۳۔ مدیون کے لئے جائز نہیں کہ اپنے امول میں ایسا تصرف کرے کہ قرض خواہوں کو نقصان پہنچے، ہاں نقصان نہ پہنچے تو تصرف منع نہیں۔

۴۔ مدیون مفلس کی عزت نفس کو مجروح نہیں کیا جائے گا کہ غلام بنایا جائے یا کوئی ایسی خدمت لی جائے، باقی کسی وقت اس کو حبس یا قید کی اجازت دی گئی ہے تو وہ صرف تحقیق حال مقروض کے لئے ہے کہ آیا وہ واقعی "معسر" ہے یا "موسر" اگر معلوم ہو جائے کہ وہ معسر ہے تو پھر

اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ بفرمان الٰہی : ”وان کان ذوعسرة فنظرة الی میسرة“(۱۷)

ان احادیث اور قرآنی آیات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قرض خواہ مقروض کے اموال سے تعلق رکھتے ہیں نہ کہ کسی اور چیز سے جیسا کہ حدیث میں ”ماوجدتم“ اور لیس لکم الاذلک“(۱۸)

ان چند بنیادی باتوں کے بعد اصل موضوع کی طرف آتا ہوں جس میں دیوالیہ سے متعلق شرعی اور قانونی اعتبار سے تفصیلی گفتگو کی جائے گی مثلاً تفلیس کا لغوی واصطلاحی معنی۔ شرعی اور قانونی پوزیشن اور موازنہ۔

تفلیس کا لغوی معنی

تفلیس (دیوالیہ) صدر ہے ’فلس“ سے اور مفلس کا معنی لوگوں کے سامنے کسی شخص کے دیوالیہ کا اعلان کرنا اور صفت افلاس کی شہرت دینا۔ بعض حضرات ”فلوس“ سے قرار دیتے ہیں کہ مفلس کے پاس سوائے فلوس اور پیسوں کے کچھ نہیں۔ فلوس گھٹیا ترین مال ہے جس کی کوئی (Value) نہیں ہوتی۔ لسان عرب میں ہے۔

یقال فَلّسه الحاکم تفلسا ای نادی علیه انه فلس(۱۹)

کہ حاکم نے فلاں شخص کے دیوالیہ پن کا اعلان کر دیا۔ مصباح المنیر میں ہے :

فلسه الحاکم تفلیسا ای نادی علیه وشهره بین الناس بانه صار مفلسا(۲۰)

قاموس المحیط میں ہے :

فلسه القاضی تفلیسا حاکم علیه بافلاس(۲۱)

فلس مفرد ہے جس کی جمع قلت افلس اور جمع کثرت فلوس آتا ہے۔

افلس الرجل صار ذافلوس ان کان ذاداراهم

یعنی فلاں دراہم کا مالک ”فلوس یعنی پیسوں کا مالک بن گیا۔ یعنی مالی حالت انتہائی کمزور ہو گئی۔

فلس الرجل تفلیسا یعنی مفلس ہو گیا کہ اس کے دراہم فلوس بن گئے۔ اور کھوٹے ہو گئے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ اخبث الرجل ای صار اصحابه خبثاء ایسے شخص کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے ساتھی خبیث ہو گئے اور شرارتی بن گئے۔

تفلیس کی اصطلاحی تعریف

حاکم کا مقروض کو ان مالی تصرفات سے منع کر دینا جن کے ساتھ قرض کا تعلق ہو جیسے رھن وغیرہ سے (۲۲) اور حاکم کا مقروض کو مفلس قرار دینا اور اسے تصرف مالی سے منع کرنا بشرطیکہ اس کے پاس مال ہو (۲۳) نیز لوگوں میں ایسے شخص کے مفلس ہونے کا اعلان کرنا اور مشہور کر دینا تاکہ لوگ اس سے مزید لین دین نہ کریں (۲۴) اصطلاحاً مفلس اصل میں وہ شخص ہوتا ہے جس پر قرض حاوی ہو اور اس کے پاس اتنا مال ہو جس سے قرض ادا کیا جاسکتا ہو (۲۵) علامہ ابن قدامہؒ نے المغنی میں یہ تعریف کی ہے کہ اس کے ذمہ قرضہ اس کے مال سے زیادہ ہو اور خرچ آمدن سے زیادہ ہو (۲۶) ابن رشد فرماتے ہیں کہ جس کے پاس معلوم مال بالکل نہ ہو (۲۷) اور دسوقی میں ہے جس کے قرضے نے اس کا سارا مال گھیرا ہو اور اس کی مدت مقرر ہو (۲۸) افلاس اور مفلس کی لغوی و اصطلاحی تعریفات کے بعد یہ بات خود بخود واضح ہوگئی کہ مدیون وہ ہوتا ہے جس کا پورے کا پورا مال قرض میں چلا جائے اور اس کے موجودہ اموال ادائیگی قرض کیلئے کافی نہ ہوں تو غرماء کے مطالبہ پر قاضی اس کے دیوالیہ ہونے کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ اس اعتبار سے اصطلاحی اور لغوی تعریف کوئی فرق نہیں رہ جاتا کیونکہ دونوں تعریفوں کا مال یہ ہے کہ مفلس کے بارے خوب تشہیر کر دی جائے تاکہ لوگ اس مال میں اس سے معاملہ کرنے سے بچ جائیں۔ اب اگر اس حالت میں کوئی شخص اسے جان بوجھ کر لین دین اور معاملہ کرے گا تو وہ خود ذمہ دار ہوگا۔ لہذا ایسا شخص اس کے مال کی تقسیم میں شریک نہ ہوگا۔ بلکہ ایسے شخص کے علاوہ مدیون کا مال غرماء میں تقسیم کیا جائے گا۔ افلاس کے ساتھ ایک اور ملتا جلتا لفظ اعسار ہے جو "عسر" سے ماخوذ ہے جو مصدر ہے اور معسر اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے پاس بالکل مال نہ ہو جبکہ افلاس کدیون کی اس حالت کو کہا جاتا ہے جس کے پاس کچھ نہ کچھ مال ہو مگر تمام قرضے اس سے پورے نہ کیے جاسکتے ہوں۔ تو معسر کے پاس بالکل مال نہیں ہوتا جب کہ مفلس کے پاس کچھ نہ کچھ مال ہوتا ہے لیکن ادائے قرض کے لئے کافی نہیں ہوتا۔

تفلیس کی شرعی حیثیت

پہلے گزر چکا ہے کہ تفلیس النداء علی بصفة المفلس و "شهره بين الناس بصفته الافلاس" کو کہتے ہیں یعنی عدالت کی طرف سے یہ فیصلہ کر دیا جائے کہ فلاں شخص کو دیوالیہ قرار دیا جا چکا ہے اور قوانین تفلیس اس پر لاگو ہیں۔ فقہ اسلامی میں اس کو "حجر علی المدیون" بھی

کہا جاتا ہے۔ ایسے شخص کو اس کے موجودہ مالی و جائیداد میں کسی قسم کے تصرف سے منع کر دیا جاتا ہے کیونکہ اس مال کے ساتھ اب قرض خواہ کا حق متعلق ہو چکا ہے۔(۲۹)

اب اگر یہ تصرف کرتا ہے تو یہ تصرف مال غیر میں ہو گالہذا غرماء کے مفاد میں ایسے مقروض پر کاوربار ی پابندی لگادی جاتی ہے۔ دراصل شرعی احکامات مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں اور شریعت میں ایسی چیزوں سے منع کر دیا جاتا ہے۔ جن میں کوئی نہ کوئی خرابی اور نقص ہو۔ معاملات اور عبادات شرعی حکم کے مطابق ہی صحیح ہوسکتی ہیں کیونکہ اس طرح ان میں کوئی نقص خرابی اور کمی نہیں ہوگی۔ اگر عبادات و معاملات شریعت کے مطابق ہوں اور شرعی طور پر صحیح ہوں توان سے نہی نہیں ہوتی(۳۰)

غرضیکہ قرض سے چھٹکارااس کی ادائیگی سے ہو سکتا ہے یا معافی سے۔ حدیث رسول ﷺ ہے :

نفس المومن معلقة بدينه حتي يقضي (۳۱)اور حضرت عمرؓ کا فرمان ہے :

ان القرض هم بالليل ومذلة بالنهار(۳۲)

اس کے علاوہ تفلیس کی شرعی حیثیت حدیث اجماع اور قیاس سے ثابت ہے۔ حدیث دارقطني ‘بیہقی ‘حاکم ابوداؤد میں ہے :

النبي ﷺ حجر علي معاذ وباع ماله في دينه(۳۳)

اجماع سے

حضرت عمرؓ کے پاس اسیفع جہنی کا مقدمہ آیا کہ وہ سواریاں کرایہ پر لیتے اور مہنگی لیتے حتی کہ وہ مفلس ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے خطبہ دیا جس میں یہ فرمایا ’’اسیفع جھنمی‘‘ قرض لیتے رہے اور امانت بھی بطور قرض ہی قبول کرتے۔ حاجیوں کی واپسی کا وعدہ کرتے رہے لیکن مکمل ادائیگی نہ کر سکے۔ یہاں تک وہ مقروض ہو گئے۔ میں اس کی جائیداد فروخت کر کے اس کے قرض خواہوں میں رقم ان کے حصے کے مطابق تقسیم کرنے والا ہوں۔ جس کا قرض ہو وہ کل صبح پہنچ جائے(۳۴)

اس فیصلے پر کسی صحابی نے انکار اور اختلاف نہیں کیا اس طرح اس فیصلے پر اجماع ہو گیا(۳۵)

قیاس سے پابندی اگرچہ قرض دار کے لئے نقصان ہے لیکن فی الوقت تمام کی مصلحت اسی میں ہے کہ اس سے سب قرض خواہوں کو فائدہ ہو سکتا ہے اور قرض دار بھی مزید نقصان سے محفوظ رہے گا اور مقروض ذمہ داری سے فارغ ہو جائے گا اور ان کا قرض وصول ہو جائے گا۔

تفلیس کی مروج قانون میں حیثیت

اہل قانون کے ہاں اگر مفلس ادائیگی قرض سے عاجز ہو جس کا ثبوت عدالت میں قرض خواہ پیش کریں گے تو مقروض کے ہر قسم کے اموال میں سے جن سے قرض کی ادائیگی کی جاسکتی ہے برابر کے حصہ دار ہوں گے۔(۳۶)اور ثبوت تفلیس کے بعد حکومت اپنا ایک نمائندہ آفیسر مقرر کرے گی جو مقروض کے اموال پر قبضہ کر کے قرض خواہوں کے درمیان تقسیم کردے گا۔

Bankruptcy is a proceeding by which the State takes the posestion of the property of a debtor by an offcer appointed(37) for the purpoose and such property is realised and subject to certain priorities distributed ratoably among the person to whome the debtor own money or has incurred pecuniary liabillities.(38)

قانونی اعتبار سے افلاس(Bankruptcy) مقروض شخص کی وہ حالت ہے جس میں انسان پر قرضے سوار ہو جائیں ایسی حالت میں مقروض شخص قوانین تفلیس سے استفادہ کرتا ہے اور اس کے اموال سے گورنمنٹ کی نگرانی میں قرض خواہوں کے قرضے ادا کردیئے جاتے ہیں۔ اور اس طرح اس کا ذمہ فارغ ہو جائیگا۔ یہ چیز اعسار(Insolvency) سے مختلف ہے۔ اس میں آدمی کی تنگدستی کو قانونی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں اس(Sales Of Goods) کا ایکٹ لاگو ہوتا ہے۔ کیونکہ مقروض ادائیگی سے رکا رہتا ہے۔ قانونی طور پر اس مقروض کو مفلس قرار دیا جائے یا نہ جب کہ افلاس میں قانونی طور پر مفلس قرار دیا جانا ضروری ہوتا ہے(۳۹)

پاکستانی قانون اور افلاس

لفظ اعسار(Insolvency) کا مطب ہے کہ مفلس ادائیگی قرض سے بالکل عاجز ہوتا ہے کیونکہ اس کے پاس مال بالکل نہیں ہوتا جب کہ افلاس(Bankruptcy) کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے اس حالت میں مفلس قوانین تفلیس سے استفادہ کرتا ہے اور حکومت کی طرف سے مفلس کے افلاس کا فیصلہ کردیا جاتا ہے مگر پاکستانی قانون میں اعسار اور افلاس میں کوئی خاص فرق نہیں کہ (Insolven-cy) کا لفظ دونوں قسم کے مقروض پر بولا جاتا ہے۔

شرعی اور قانونی حیثیت میں موازنہ

افلاس شرعی طور پر مقروض کی وہ حالت ہوتی ہے جس میں مقروض کے اموال ادائیگی قرض

کے لئے کافی نہیں ہوتے کہ قرضے تمام اموال پر محیط ہوتے ہیں جب کہ قانون میں مفلس قوانین تفلیس سے استفادہ کرتا ہے اور اس کی کارروائی اور عدالتی چارہ جوئی پر محکمہ (عدالت) اسے دیوالیہ قرار دے دیتا ہے اور معسر حقیقتاً ادائیگی قرض سے عاجز ہوتا ہے مقروض چارہ جوئی کرے یا نہ کرے گویا شریعت اور قانون متفق ہیں کہ مفلس ادائیگی قرض سے رکا رہتا ہے "توقف عن الرفع" پر دونوں کا اتفاق ہے۔ قرض خواہ معاملہ عدالت میں لے جاتے ہیں تاکہ اس کے اموال ان کے درمیان تقسیم کردیئے جائیں۔ البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ شریعت میں افلاس کا فیصلہ غرماء کے مطالبہ پر ہوتا ہے وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اس سے ہمیں قرض دلایا جائے۔ عدالت ان کے درمیان اموال کو تقسیم کردیتی ہے۔ اس طرح غرماء کے حقوق محفوظ ہوتے ہیں۔ جب کہ قانون کی رو سے مفلس از خود عدالت میں دعوی دائر کراتا اور فیصلہ اپنے حق میں چاہتا ہے۔ اس کا مقصد غرماء کے تعاقب سے اپنے آپ کو بچانا ہوتا ہے اور اس طرح مفلس قانون سے استفادہ کرتا ہے۔

اسباب تفلیس

یہ بات گزر چکی ہے کہ جس آدمی کے مالوں پر قرضے محیط ہوجائیں یا مقروض قرض ادا کرنے سے رکا رہے یا جس پر امارت افلاس ظاہر ہوجائیں تو ایسے آدمی کو دیوالیہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ تمام یا کسی ایک قرض خواہ نے مطالبہ کیا ہو (۴۰) عدالت اسے مفلس قرار دے دے گی۔۔۔ قانوناً افلاس کے آٹھ اسباب بنتے ہیں :

اولاً : ملک میں یا کسی بھی جگہ مقروض قرض خواہوں سے فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہو تو پاکستانی قانون میں اس کو مفلس قرار دیا جاسکتا ہے۔ جبکہ شریعت اسلامیہ میں تفلیس مدیون کی اجازت ہے۔ اگر وہ قرض کی ادائیگی سے توقف کرے۔

ثانیاً : اسی طرح کل یا کچھ مال اپنے قرض خواہوں کو محروم کرنے کے لئے کسی کے نام منتقل کرنا چاہتا ہے تو پابندی لگائی جاسکتی ہے۔ قانوناً بھی اور شرعاً بھی۔

ثالثاً : کسی ایک قرض خواہ کو ترجیح دینا چاہتا ہے اور کل یا بعض صوبے یا مرکز میں منتقل کرتا ہے تو یہ باطل ہے کہ دوسروں کی نسبت ایک سے امتیازی سلوک کرنا چاہتا ہے۔ عدالت نے اس کو مفلس قرار دیا

ہو یا نہ دونوں صورتوں میں یہ منع ہے۔ اسی وجہ سے یہ تفلیس جائز ہے۔ شرعاً البتہ یہ بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ جو بروقت تقسیم ہو سکتا ہے۔(۴۱)

Section 6: Sub-Section 41(A and B), If in the provinces and the capital of the Federation or elsewhere he makes a transfer of all or substaintically all his property to a third person for the benifit of his creditors generally :(44) (B) If in the provinces and the capital of the Federation or elsewhere, he makes a transfer of his property or of any part thereof which intent to defeat or delay his creditors.(45)

الثالث کیلئے سیکشن ۶ سب سیکشن "اے" دیکھئے :

If in the provinces and the capital of the Federation of elsewhere, he makes any transfer of his property or of any part thereof which would , under this or any other enactmen for the time being in force, be void as a fraudulent preference if he adjudred an insolvent (46).

الرابع : قرض کے بارے یہ گمان ہو کہ مقرض ادا نہیں کرے گا تو اسے سفر سے منع کیا جاسکتا ہے یا نہیں یعنی آیا سفری پابندی لگائی جاسکتی ہے؟ اس سلسلے میں اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ مقروض اور قرض خواہوں کے درمیان سفر کتنا فاصلہ ہے اگر مقروض شخص تک پہنچنا ممکن ہے تو سفر کی اجازت دے دی جائے گی۔ اور سفر سے منع نہیں کیا جائے گا لیکن اگر اس تک پہنچنا ناممکن ہو مثلاً ایسی جگہ چھپ گیا ہو کہ کسی قرض خواہ کو اس کا علم نہ ہو نہ اس کا پتہ لگایا جاسکتا ہو اپنی رہائش چھوڑ کر کہیں اور جگہ رہائش پذیر ہو گیا یا اپنی کاروباری جگہ تبدیل کر لی اور ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں پہنچنا ممکن ہو(۴۷) اور پتہ چلایا جاسکتا ہو(۴۸) ان تمام صورتوں میں غالب خیال یہی ہو گا کہ وہ قرض ادا کرنا نہیں چاہتا اور اس کی غیر موجودگی میں ظاہر ہے مطالبہ بے معنی ہے تو شریعت اسلامیہ کا کیا موقف ہے؟ اس حالت میں شریعت مقروض کو ہر قسم کے سفر سے منع کرتی ہے۔ مذاہب فقہ کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ مالکی حضرات کہتے ہیں کہ مقروض کا مال سارے قرض پر محیط نہ بھی ہو تب بھی سفر سے روکا جائے گا۔ بشرطیکہ سفر کے دوران قرض کی مدت آجائے جیسے مقروض حج پر جائے اور قرض کی مدت محرم یا ذی الحجہ میں پوری ہو تو اس کو منع کر دیا جائے گا یا اگر مدت قرض سفر کے دوران نہ آئے تو سفر سے منع نہیں کیا جائے گا۔ حنابلہ کے ہاں اگر مقروض کی سفر کے دوران مدت قرض پوری ہو جائے تو حنابلہ مالکیہ کے

ساتھ متفق ہیں لیکن اگر کوئی خوشحال شخص ضمانت دے دے یا رہن رکھ دے تاکہ وقت پر قرض پورا کرلے تو سفر کی اجازت ہوگی کیونکہ نقصان کا احتمال نہیں۔ اور اگر مدت سفر کے بعد پوری ہو جیسے سفر ربیع الاول میں ہو اور مدت ربیع الثانی میں پوری ہو تو اگر یہ سفر جہاد کے لئے ہو تو سفر سے منع کیا جائے گا اور یہ کہ کوئی ضامن ہو یا رہن رکھ دی جائے کیونکہ انسان اپنے کو شہادت کے لئے پیش کرتا ہے اور وفات کا احتمال ہے جس سے حق فوت ہو سکتا ہے اور اگر سفر جہاد کے لئے نہیں تو خرقی حنبلی کا ظاہری قول عدم منع من السفر کا ہے۔ امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ کیونکہ ضروری نہیں کہ یہ سفر وصولی حق سے مانع ہو جیسے سفر بالکل تھوڑا ہو مثلاً حج کی تیاری وغیرہ کے لئے ہو نہ کہ حج کیلئے۔ جب کہ امام شافعیؒ سے دو قول مروی ہیں (۵۰) اگر قرض کی مدت مقرر ہے تو قرض خواہ مقروض کو سفر سے نہیں روک سکتے اور نہ ہی کفیل وغیرہ کا مطالبہ کر سکتا ہے خواہ سفر کے دوران مدت پوری ہو یا بعد از سفر۔ سفر جہاد کے لئے ہو یا غیر جہاد کے لئے کیونکہ مدت کا تعین مدیون کا حق ہے جو مطالبہ دائن سے ساقط نہیں ہوتا۔ چنانچہ ابن قدامہ حنبلی (۵۱) نے بھی استدلال پیش کیا ہے کہ سفر کی بنا پر قرض کا مطالبہ نہیں کر سکتا اور منع بھی نہیں کر سکتا۔ قول ثانی یہ ہے کہ سفر سے منع کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ سفر کی وجہ سے کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ ہو صحیح قول اول ہے۔ ان مذاہب سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر قرض کی مدت دوران سفر نہ آئے تو مقروض کو سفر سے روکنے کا اختیار حاصل نہیں کیونکہ مقروض سے کسی قسم کے نقصان کا احتمال نہیں کہ تعین مدت قرض خواہ راضی ہو چکا ہے ہاں اگر مدت سفر سے پہلے نہ آئے تو منع کا حق نہیں کیونکہ سفر کے بہانے چھپنا مقصد نہیں لیکن اگر سفر سے اندیشہ ہو ہلاکت وغیرہ کا تو روک دیا جائے گا۔ تاکہ قرض داروں کا مال محفوظ رہے اور ضائع ہونے سے بچ جائے۔

موازنہ :

اس بیان سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مدیون کا غائب ہو جانا شہر سے باہر چلا جانا جس سے ظاہر یہ ہو کہ وہ ادائیگی سے بچنا چاہتا ہے تو ایسی حالت میں اس پر پابندی لگائی جا سکتی ہے تاکہ حقوق غرماء ضائع ہونے سے بچ جائیں البتہ شریعت اسلامیہ میں ایسے آدمی کو سفر سے روک دیا جائیگا قانون ملکی اور قانون اسلامی کے مطالعہ سے بندہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ قانون ملکی میں جواز تفلیس اور منع عن السفر فی الشریعہ دونوں کا مقصد قرض خواہوں کے اموال کی حفاظت ہے ہاں طریق کار میں تھوڑا بہت فرق ہے کہ قانون میں ایسے شخص کو جو غائب ہو جائے یا شہر اور اپنی جگہ چھوڑ جائے جس

سے یہ گمان ہو کہ یہ شخص قرضہ دینا نہیں چاہتا تو محافظت حقوق غرماء کے پیش نظر اس کو مفلس قرار دیا جائے گا جبکہ شریعت میں ایسے شخص کو سفر سے تو منع کی جائے گا لیکن مفلس قرار نہیں دیا جائے گا۔ اگرچہ قانون میں دیوالیہ قرار دینا اور شریعت میں منع عن السفر میں کوئی خاص فرق نہیں رہتا کیونکہ مقصد دونوں کا تحفظ حقوق اموال سے صرف طریقہ میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔

الخامس : اگر بحکم عدالت مدیون کا مال کچھ قرض خواہوں کا قرض ادا کرنے کے لئے فروخت کر دیا جائے تو یہ بھی افلاس کا ایک سبب ہے۔(۵۲) کیونکہ باقی قرض خواہوں کے حقوق متاثر ہوں گے۔ یہ پوزیشن قانون میں ہے جب کہ شریعت میں فیصلہ افلاس کے بعد مفلس کے تمام اموال قرض خواہوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ لیکن فوری لئے گئے قرضوں کو ادا کیا جائیگا۔ مالکی و شوافع حضرات(۵۳) کا نقطہ نگاہ اس سے ذرا مختلف ہے(۵۴) ان کا موقف ہے کہ تمام قرضوں کی مدت (قرضے زمانہ قریب کے ہوں یا بعید کے) ایک ہو جائیں گے کیونکہ قرض کی ادائیگی کے لئے چند اصحاب مخصوص کر لئے جائیں تو مقررہ مدت والے قرضوں کی ادائیگی بند ہو جائے گی۔ اس لئے فقہاء کہتے ہیں کہ دونوں قسم کے قرضے اس کے مال سے ادا کر دیئے جائیں گے تاکہ دونوں قسم کے قرض خواہوں کے حقوق کا تحفظ ہو جائے۔ البتہ تفلیس سے پہلے مال کے حوالے سے نہیں کریں گے۔ خواہ قرضے فوری اور وقتی نوعیت کے ہوں یا غیر وقتی اور تاخیری قسم کے۔

موازنہ :

گزشتہ بیان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر مفلس کے اموال بعض قرضوں کے لئے فروخت کر دیئے گئے تو دوسرے قرضوں کی ادائیگی بند ہو سکتی ہے۔ اگر ادائیگی بند ہو گئی تو تفلیس مدیون جائز ہو جائے گی تاکہ باقی کے حقوق ضائع نہ ہوں۔ مروجہ قانون اور مالکیہ وشوافع کے اقوال اس لحاظ سے متفق ہیں کہ قرضے وقتی اور غیر وقتی دونوں ملا دیئے جائیں اور مال دونوں قسم کے قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا جائے تاکہ حقوق کی حفاظت ہو جس پر شریعت و قانون ملکی دونوں متفق ہیں۔ اگرچہ دونوں میں تھوڑا سا فرق بھی ہے کہ اگر کورٹ افلاس مدیون فیصلہ کر دے تو اس کی جائیداد سے دونوں طرح کے قرضے ادا کیے جائیں گے۔ جب کہ قانون شرعی میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر مدیون اپنے مال کو کچھ قرضے ادا کرنے کے لئے فروخت کر دے تو اس کو مفلس قرار دیا جائے گا۔ قرضے خواہ معجلہ ہوں یا مؤجلہ۔

السادس : قرض دار از خود بھی عدالت سے اپنی تفلیس کا فیصلے لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ تمام قانونی تقاضے پورے کرتا ہو۔ مثلاً ادائیگی قرض سے عاجز ہو اور رقم کم از کم پانچ صد سے کم نہ ہو۔ عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر قرض ادا نہ کر سکے تو مقروض کی نظر بندی کا فیصلہ کر سکتی ہے اور مدیون مفلس اس مال میں سے جو حق سرکار ضبط کر لیا گیا ہے اپنے گزارہ کے لئے حاصل کر سکتا ہے۔(۵۵) اس حالت میں مقروض اگر اپنے مفلس ہونے کا مطالبہ کرے تو یہ قانونی افلاس یا دیوالیہ ہو گا۔ شریعت میں قرض دینے والا تفلیس مدیون کا مطالبہ کرے گا۔ مقروض کے مطالبہ پر فیصلہ نہیں دیا جا سکتا۔ یہ جمہور فقہاء کا مذہب ہے۔(۵۶)

موازنہ

اس مقام پر ہم دیکھتے ہیں کہ مقروض، تفلیس کی تمام شرائط و تقاضے پورے کرتا ہو تو عدالت کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔(۵۷) اور اپنے دیوالیہ سے متعلق قانونی فیصلہ حاصل کر سکتا ہے۔ جب کہ شرعاً اگر مدیون قرضے واپس نہیں کرتا یا اس تمام اموال پر قرضے حاوی ہو جائیں تو قرض خواہ عدالت کی طرف تفلیس مدیون کے لئے رجوع کر سکتا ہے۔(۵۸) چونکہ اس صورت میں عدالت ماہانہ وغیرہ مقرر کرے گی اور باقی اس کی پراپرٹی فروخت کرے گی اور مزید لین دین سے روک دے گی اور قید بھی کر سکتی ہے اس سے قرض خواہ نقصان سے بچ سکتے اور حق بھی وصول کر سکتے ہیں۔ گویا قانون و شریعت اس پر متفق ہیں کہ مدیون کو مفلس قرار دیا جائے۔ دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ قانون میں مقروض خود عدالت میں جا سکتا ہے جب کہ شریعت میں قرض خواہ جا سکتا ہے۔

Section 10: Conditions on which debtor may petiton.(1) A debtor shall not be entitled to present to present an inslovency petition ; unless he is unable to pay his debts and (a) his debts amount to five hundred rupees or (b) he is under arrest or imprisonment in execution of the decree of any court for the payment money : or (c) an order of attachement in execution of such a decree has been make and his subsisting against his property.(59)

السابع : مدیون (قرض دار) اپنے قرض دہندہ حضرات کو مطلع کرے کہ وہ قرضے ادا

کرنے کے قابل نہیں ہے اور معقول وجوہات بیان کرے گا یا مدت قرض کو بڑھانے کے لئے کہے۔ یہ بھی قانوناً تفلیس کے اسباب میں سے ہے جب کہ شرعاً اس کا مال قرض میں لگ جائے یا ادائیگی قرض سے رک جائے۔ اس نقطہ پر قانون ملکی و شریعت متفق ہیں کہ اگر ادائیگی نہ کرتا ہو تو مفلس قرار دیا جاسکتا ہے۔ البتہ شریعت قرض خواہوں کو اطلاع ضروری قرار نہیں دیتی جب کہ قانوناً یہ ضروری ہے۔ شریعت میں محض توقف سے قرض خواہ کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ عدالت سے تفلیس کا فیصلہ لے لے خواہ یہ توقف مطالبہ مدیون کے سبب ہو یا امارات افلاس ظاہر ہو جائیں۔

Section-6, Sub-Section-G. If he gives notice to any of his creditions that he has suspended or that he is about to suspend, payment of his debts. 60.

آخری سبب نمبر الثامن: کورٹ کے فیصلہ سے حبس مدیون یہ بھی افلاس کے لئے کارروائی کا ایک حصہ ہے یعنی افلاس کی بنا پر مدیون کو نظر بند اور قید و بند کیا جاسکتا ہے البتہ شریعت مدیون کے حالات کو مد نظر رکھ کر صرف دو حالتوں میں قید و بند کی اجازت دیتی ہے۔ اولاً کہ مدیون کی تنگی یا فراخی واضح نہ ہو تو یہ معلوم کرنے کے لئے گرفتار کیا جاسکتا ہے۔ اگر ظاہر ہو جائے کہ مقروض تنگدست ہے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا اور غرماء قرض کی خاطر اس کا پیچھا نہیں کریں گے۔ یہ جمہور فقہاء کا مسلک ہے۔(۶۱)

لقوله تعالى:

وان كا ذوعسرة فنظرة الى ميسرة (البقره:۲۸)

احناف کا مؤقف یہ ہے کہ قرض خواہ مطالبہ کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے اخراجات سے بچا کر کچھ نہ کچھ دے۔ المبسوط میں ہے:

"كذلك ان كان له كسب كان له اى للدائن ان يطالبه بالدين من كسبه وذلك انما يتحقق بالملازمة حتى اذا فضل من كسبه شئى عن نفقته اخذه بدينه وليس معنى الملازمة ان يقيده بالسلاسل فى موضع فذلك الحبس له ولا يمتعون من الصرف بل يدور معه حيث دار"(۶۲)

اور بدائع الصنائع میں ہے:

لكن لا يمنع الغرماء من ملازمته عند اصحابنا الثلاثة وعند زفر لا يلازمونه(۶۳)

جیسا کہ اس سے قبل آیت مذکور ہوئی۔دوسری حالت یہ ہے کہ اگر مقروض سے متعلق معلوم ہوا کہ وہ خوشحال اور غنی ہے تو پھر دو حالتیں ہیں۔اس کے اموال قرضوں کے لئے کافی ہوں گے یا نہیں اگر مالوں سے قرضے پورے کیے جاسکتے ہیں تو فقہاء کے دو مذاہب ہیں۔احناف اور مالکی حضرات کا مؤقف یہ ہے کہ اس کو گرفتار رکھا جائیگا یہاں تک کہ وہ اپنی پراپرٹی از خود فروخت کرے لیکن اگر وہ انکار کردے تو قاضی جائیداد فروخت کرنے کا حکم دے گا تاکہ قرض ادا کیا جائے (۶۴) شوافع اور حنابلہ کہتے ہیں کہ مقروض کو غیر محدود مدت تک محبوس نہیں رکھا جائے گا بلکہ اس کو نکال کر اس کے مالوں کو جبراً فروخت کردیا جائے گا اور اگر یہ ناممکن ہو اور اندیشہ ہو کہ مقروض اپنے مالوں کو استعمال کردے گا تو حاکم قاضی اس پر پابندی لگادے گا (۶۵) دوسری حالت یہ ہے کہ قرضوں کی ادائیگی کے لئے اس کے مال کافی نہیں ہیں تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس پر جبر نہیں کیا جائے گا بلکہ حبس بجا ظلم ہے۔ہو سکتا ہے کہ مال فروخت کرنے سے وہ اس قابل ہو جائے کہ قرض کی ادائیگی ہو سکے اور پابندی سے اس ظلم کو دور کیا جاسکتا ہے۔حدیث معاذ ہے حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ پر مالی پابندی لگادی تھی اور قرض کے بدلے اس کا مال بیچ دیا تھا۔(۶۶)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ شریعت اسلامیہ میں دو وجوہات کی بنا پر محبوس کیا جاسکتا ہے۔ٹال مٹول کرنے کی بنا پر جب تک وہ ادا نہ کرے۔دوسرا توقف کی بنا پر یہاں تک کہ تنگدستی ظاہر نہ ہو جائے ہاں اگر خوشحال معلوم ہو جائے یا اس کے مال ظاہر ہو جائیں تو قید سے رہا کردیا جائے گا۔اور اثاثوں کو فروخت کیا جائے گا اور غرماء میں تقسیم کردیئے جائیں گے۔اسی طرح تنگدستی اگر ظاہر ہو تو اس کو قید سے نکال دیا جائے گا۔

موازنہ : شریعت اور ملکی قانون متفق ہیں کہ اگر مدیون توقف کرے اور قرض دینا بند کردے تو عدالت سے مقروض تفلیس کا فیصلہ از خود لے سکتا ہے۔اس طرح سے شریعت میں توقف کے بعد تفلیس کا فیصلہ کردیا جائیگا البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ قانون میں محبوس ہونا تفلیس کا ایک سبب ہے کیونکہ اس صورت میں قرضوں کی وصولی بند ہو جائے گی۔بخلاف شریعت کے کہ اس میں توقف یا بندش کے بعد محبوس کیا جائے گا۔حبس توقف کا اثر ہے۔مقصد شریعت غرماء کے حقوق کا تحفظ ہے۔خواہ مال فروخت کرکے یا جبر سے۔

اب ہم ان شرائط کا جائزہ پیش کرنا چاہتے ہیں جن کی بنا پر ایک مقروض کو مفلس قرار دیا

جاتا ہے۔دو طرح کی شرائط ہیں۔ پہلی وہ شرائط جن کا قرض میں پایا جانا ضروری ہیں اور دوسری قسم کی وہ شرائط ہیں جن کا مدیون میں پایا جانا ضروری ہیں۔قرض (جس کی بنا پر مدیون کی تفلیس کا فیصلہ کیا جاتا ہے)میں ان شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ قرضہ اقرار یا گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو۔مغنی ابن قدامہ میں ہے :

حتی ثبتت دیونهم باعتراف او ببینة(٦٧)

۲۔ یہ کہ قرض میعادی نہ ہو بلکہ جس کی ادائیگی کیلئے خاص وقت مقرر نہ ہو۔فقہ شافعی کی کتاب فتح العزیز میں ہے :

"وثالثها کون الدیون حالة"(٦٨)

قرضے اگر موجلہ ہوں تو ان کی وجہ سے تفلیس مدیون کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔خواہ مقروض کے پاس اور اس کی ملکیت میں اتنا سامان ہو جس سے قرض ادا کیے جاسکتے ہیں کیونکہ سر دست ان کا مطالبہ نہیں ہے۔ خلاف ان حضرات کے جو تفلیس میں موجلہ قرضوں کو معجلہ خیال کرتے ہیں اور ان کو بھی فوری ادائیگی کے قابل سمجھتے ہیں اور حکم جاری کرتے ہیں کہ بوقت تقسیم ایسے قرض خواہ بھی شریک ہوں گے جن کے قرضے میعادی ہوں البتہ ایسے قرضوں کے متعلق یہ حکم بھی ہے کہ ان کو فی الفور قرض خواہوں کے حوالے نہیں کریں گے۔مگر مالی حقوق حاصل ہوں گے۔قرض میعاد پوری ہونے تک۔(٦٩)

۳۔ قرضے حسی معین اور مشخص ہوں جیسے قیمت ثمن تلف شدہ چیز کا بدل وغیرہ غیر مشخص قرضوں کی بنا پر مفلس قرار نہیں دیا جائے گا۔جیسے محنت' نفع' عمل وغیرہ اور پابندی ان کی بنا پر مدیون مفلسوں پر نہیں لگائی جاسکتی۔

۴۔ قرض لازم ہوں۔کیونکہ غیر لازم قرضے جیسے مدت خیار میں مشتری پر ثمن اور قیمت یا بائع کے ذمہ مبیع کی سپرداری مدت خیار میں اس بنا پر ان پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔(٧٠)

۵۔ یہ قرضے بندوں کے ذمہ پر آنے والے ہوں تفلیس مدیون کا سبب قرضے بنتے ہیں ان کی بنا پر مقروض اپنے مالوں میں کسی قسم کا تصرف نہیں کر سکتا۔ان قرضوں میں ہر طرح کا قرض آتا ہے۔جیسے عام قرض۔خریدے ہوئے سامان کی قیمت 'بیوی کا جہیز کفالت یا شرعی قرضے جو ذمہ پر لازم ہوتے ہیں۔جیسے تلف شدہ جہیز کا بدل ارش جنایات یا بدل صلح قتل عمد ہیں۔اور بیوی بچوں کا خرچ یہ وہ شرائط ہیں جو شرعاً ثابت ہوتی ہیں جبکہ ملکی قانون میں ان میں سے کوئی شرط ضروری نہیں۔صرف ایک شرط ہے وہ ہے بینک یا کمپنی کا ریکارڈ یا جس سے قرض لیا گیا ہو تحریری' دستاویزات وغیرہ وہ بھی کہ عدالتی

طور پر قابل قبول۔ البتہ وہ قرضے جن کا کوئی ریکارڈ نہ ہو متعین بھی نہ ہوں یا خیانت وغیرہ سے یا جن کو ثابت نہ کیا جا سکتا ہو۔ یہ اس فہرست میں شامل نہیں ہوں گے۔ ان کے علاوہ ہر قسم کے قرضے قانوناً ثابت ہوں گے خواہ یہ ماضی میں لیے گئے ہوں یا مستقبل میں لئے جانے ہیں۔ لیکن یقینی طور پر یا احتمالی وامکانی طور پر ان قرضوں سے متعلق پوچھ گچھ کی جائے گی۔ خواہ حالت تفلیس میں ہو یا بری الذمہ۔ اس ساری بحث میں ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت تفلیس مدیون کے لئے کچھ شرطیں عائد کرتی ہے کہ قرضے ثابت ہوں بذریعہ گواہ یا اقرار۔ قرضے فوری نوعیت کے ہوں۔ معین و مشخص ہوں اور ثابت فی الذمہ ہوں۔ البتہ قانون تفتیش کی نظر میں ان شرائط کی ضرورت نہیں بلکہ محکمانہ طور پر سب قرضوں کا اندراج ہو اور تفلیس کی جا سکتی ہو' فہرست میں درج ہوں اور ان کا ثبوت موجود ہو :

Section-34, Sub-Section-1,2: Debts provable under the act:(1) Debts which have been excluded from the schedule on the grounds that their value in incapable of being fairly estimated and deands in the nature of unliquidated demages arising otherwise then by reason of a contract or a breach of trust shall not be provable under this act.(2) Save as provided by sub-section -1 all debts and liabilities, present or future certain of contigent to which the debtor is subject when he is adjudged an insolvent or to which he may become subject before date of such adjudication, shall be deemed to be debts provable under this act.(72)

تو شریعت اور قانون اس بات پر تو متفق ہیں کہ قرض دار کو مفلس قرار دیا جا سکتا ہے البتہ فروع میں اختلاف ہے کہ شریعت چند شرائط لگاتی ہے جب کہ قانون میں یہ شرائط نہیں۔ قرض دار سے قرضوں کے بارے پوچھ گچھ ہی کافی ہو جاتی ہے۔ مزید شرط وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور جو چیز عدالت میں ثابت ہوتی جائے گی لسٹ میں داخل ہوتی جائے گی۔

مدیون (مقروض) کو مفلس قرار دینے کے لئے شرائط

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مقروض مفلس پر کاروباری پابندی اتنے قرضوں کے پیش نظر جو تمام مالوں پر محیط ہوں لگائی جاتی ہے۔ ایسے مقروض کے لئے غرماء کی درخواست پر قاضی تفلیس کا حکم جاری کریگا۔ غرماء سب مل کر تقاضا کریں یا کوئی ایک اور اس کو مشتہر کر دیا جائے گا تاکہ لوگ اس سے

معاملہ نہ کریں۔اس کے باوجود اگر کوئی معاملہ کریگا تو وہ خود ذمہ دار ہوگا اور اس کے بعد کے قرضوں کو پہلے قرضوں میں اور تقسیم میں شامل نہیں کیا جائے گا۔کیونکہ علم کے بعد اس نے لین دین کیا ہے۔مگر قرضہ مفلس پر بر قرار رہے گا۔اور پہلے تمام قرضوں کی ادائیگی کے بعد اس قرض کو ادا کرنے کا وہ پابند ہے۔اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ تفلیس مفلس کے لئے چند مندرجہ ذیل شرائط ضروری ہیں۔

۱۔ قرض دینے والے قاضی سے تفلیس کا مطالبہ کریں۔

۲۔ ان قرضوں کی تفصیلات جاری کی جائیں جن کی بنا پر مفلس قرار دیا جارہا ہے۔

۳۔ فیصلہ عدالت کی طرف سے صادر ہو۔

۴۔ فیصلہ کو مشتہر کی جائے گا۔

تفصیلات

شرط اول

تفلیس کا فیصلہ قرض خواہ عدالت سے حاصل کریں گے۔ یہ جمہور فقہاء کا موقف ہے کہ (۷۳) دائن خود مطالبہ کرے قاضی خود فیصلہ نافذ نہیں کر سکتا۔ہاں مجنون' بچے' احمق' غافل اس سے مستثنی ہیں۔تکملة الجموع میں ہے کہ طلب ضروری ہے قاضی کو یہ اختیار نہیں کہ مقروض پر بغیر درخواست کے پابندی لگادے کیونکہ یہ پابندی قرض خواہ اور قرض دار دونوں کی مصلحت کے پیش نظر لگائی جاتی ہے۔اگر قرض پاگلوں یا بچوں کے لئے لئے گئے ہوں یا ان کے لئے جن پر پابندی بے وقوفی اور حماقت کی بنا پر لگائی گئی ہو تو قاضی ان کی مصلحت کے پیش نظر بغیر درخواست کے پابندی لگا سکتا ہے(۷۴) مغنی ابن قدامہ میں ہے اگر مقروض آدمی قاضی کو درخواست پیش کردے اور قرض خواہ بھی اس پر پابندی لگانے کا مطالبہ کریں تو جب تک مقروض قرضے کا اقرار نہ کرے یا گواہ موجود نہ ہوں تو پابندی لگانا واجب نہیں(۷۵) مگر قانون ملکی اس میں وہ شرائط نہیں لگاتا جن کی وضاحت شریعت نے کی ہے۔بلکہ قانون میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ مدیون از خود تفلیس کا مطالبہ کرے۔اپنے قرضوں کی وجہ سے عدالت تفلیس کا فیصلہ کرے گی اور نوٹس وغیرہ جاری کرے گی۔یہ بات مختلف دفعات میں مذکور ہے۔مثلاً :

Section-7: Petiton and adjudication, subject to the conditions specified in this act, if a debtor commits an act of insolevncy an insolvency petiton may be presented

either by a creditor or by the debtor, and the court may on such petition make an order (hereinafter called an order of adjudication) adjudging him an insolvent.(74)

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مفلس اگر کوئی ایسی کارروائی کرے جو افلاس سے تعلق رکھتی ہو تو قرض خواہ کو یہ اختیار ہے کہ وہ عدالت سے اس کی تفلیس کا فیصلہ لے سکتا ہے۔ جیساکہ مدیون (مقروض) اپنے لئے کوشش کر سکتا ہے۔ عدالت اس کے مطالبے پر بھی کارروائی کرے گی۔

موازنہ : طلب تفلیس مدیون میں تو قانون اور شریعت دونوں متفق ہیں البتہ ایک اعتبار سے فرق ہے کہ شریعت صرف قرض دار کو مطالبہ تفلیس کا حق دیتی ہے تاکہ اس کا حق محفوظ ہو جب کہ قانون دونوں کو یہ حق دیتا ہے۔ نیز یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مدیون قانون افلاس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور وہ مطالبہ قرض سے چھٹکارا پاتا ہے۔ البتہ شرعاً مدیون حکم بالا افلاس سے مستفید نہیں ہوتا جب تک قرضوں سے بری الذمہ نہ ہو جائے۔

دوسری شرط :

جن قرضوں کی وجہ سے مقروض مفلس قرار پاتا ہے ان کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے مختصراً یہ کہ :

۱۔ یہ قرضے ثابت فی الذمہ ہوں خواہ گواہوں کے ذریعہ یا اقرار کی بنا پر۔

۲۔ قرضے معجل ہوں نہ کہ موجل کیونکہ اکثر فقہاء کے نزدیک ایسے قرضوں میں مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے فی الوقت ایسے قرضوں کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔(۷۷)

۳۔ یہ قرضے معین اور مشخص ہونے چاہیں جو لازم فی الذمہ ہوں۔ یعنی ان کا تعلق حقوق العباد سے ہو نہ کہ حقوق اللہ سے۔ اس لیے ان قرضوں کی بنا پر نہ کوئی پابندی لگائی جاتی ہے اور اور نہ مفلس قرار دیا جاسکتا ہے۔ جیسے نذر۔ کفارے وغیرہ۔

۴۔ یہ بھی ایک ضروری ہے کہ دیوالیہ (تفلیس) کا فیصلہ عدالت سے حاصل کیا جائے کہ کیس باقاعدہ قرض خواہوں کی طرف سے دائر ہو۔ اور عدالت تفلیس کا فیصلہ ان کے مطالبے پر صادر کرے بشرطیکہ سب قرض خواہوں کا اس پر اتفاق ہو۔ لیکن اگر بعض قرض خواہ کیس دائر کریں اور قرضے بھی پرانے نہ ہوں اور پراپرٹی سے قرضے بڑھے ہوئے ہوں تو قاضی افلاس کا فیصلہ صادر کرے گا ورنہ نہیں(۷۸) یہ شریعت میں سے قانون انگریزی کے مطابق اگر دائن نے افلاس کا مطالبہ کیا اور عدالت نے اس درخواست کو قبول

کر لیا تو افلاس کا فیصلہ جاری کر دیا جائے گا اور عدالت کی طرف سے ایک مدت مقرر کر دی جائے گی جس میں مدیون مفلس اپنی خلاصی حاصل کرے اور عدالت اگر مناسب سمجھے تو مدت بڑھا سکتی ہے۔

موازنہ : اس ساری بحث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ قانون اور شریعت اس بات میں متفق ہیں کہ تفلیس کا حکم عدالت کی طرف سے صادر ہو گا فرق صرف یہ ہے کہ قانون میں مدیون کی طرف سے ایسے اسباب و وجوہات پیش کیے جائیں جن میں تفلیس کے بارے سوچا جا سکتا ہو جب کہ شریعت کے ہاں دو وجوہات ہیں۔

۱۔ مدیون کی طرف سے ادائیگی کے بارے توقف ہیں۔

۲۔ غرماء خود مدیون کے خلاف فیصلہ لینے کے لئے عدالت کی طرف رجوع کریں(Section-34) جس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

شرط نمبر ۴ مشتہر کرنا : آخری شرط یہ ہے کہ تفلیس مدیون کی پوری کیفیت مشتہر کر دی جائے۔ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ کیس کو مشتہر کر دیا جائے اور ممکنہ ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا جائے تاکہ لوگ اطلاع پا کر مدیون مفلس سے معاملہ نہ کریں اگر اس کے باوجود کسی نے اس سے معاملہ کیا تو قرض کی وصولی کے لئے پابندی کے خاتمہ کا انتظار کرے۔ یہ کارروائی خلفائے راشدین میں سے حضرت عمرؓ سے منقول ہے آپؓ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا :

فمن کان علیه مال فلیغد الی فی الغداد فانی بائع ماله وقاسمه بین غرمائه(۷۹)

شریعت میں اسے قانون بنا لیا گیا کہ حکم بالا افلاس کو لوگوں میں مشتہر کر دیا جائے تاکہ لوگ اس سے معاملہ نہ کر لیں جس کا ایک نتیجہ یہ نکلے گا کہ قرض خواہوں کو بھی اطلاع ہو جائے گی اور تقسیم اموال میں وہ بھی شریک ہو سکیں گے۔(۸۰) قانون میں بھی یہی ہے کہ واضح طور پر مفلس کا نام پتہ اور کوائف دیے جائیں اور یہ کہ فیصلہ کب سے نافذ العمل ہوا یا ہو گا تاریخ، مدت اخبارات ور سائل وغیرہ میں کورٹ کا مکمل حوالہ قاضی یا جج وغیرہ کا نام اور جو جو باتیں مناسب ہوں اختیار کی جائیں۔

موازنہ : فیصلہ افلاس کے مشتہر کرنے میں شریعت و قانون کا کوئی اختلاف نہیں تاکہ عوام کو اطلاع ہو جائے اور معاملہ کرنے اور مال ضائع کرنے سے بچ جائیں۔ البتہ دونوں میں اتنا فرق ہے کہ شریعت میں

صرف مفلس کا نام ولدیت ہی کافی ہے اور یہ کہ اس کے بعد مفلس سے اگر کسی نے لین دین کیا تو وہ خود ذمہ دار ہوگا اور وہ تقسیم مال میں شریک نہیں ہوں گے۔ کیونکہ وہ قصور ان کا اپنا ہے کہ باخبر ہونے کے باوجود یہ کیا۔ مگر قانون اس سے زیادہ کی وضاحت چاہتا ہے۔ مثلاً مفلس کے کوائف 'نام ولدیت' پتہ اور جس عدالت سے فیصلہ صادر ہوا سب تفصیلات دی جائیں۔

Section-30: Publication of order of adjudication notice of an order adjuidication stating the name, address and description of the insolvent, the date of the adjudication, the period within which the debtor shall apply for his discharge, and the court by which the adjudication is made shall be published in the official Gazette and in such other manner as may be prescribed.(81)

حوالہ جات

۱۔ "الافلاس" ڈاکٹر علی الزینی' طبع ثالث 'ص:۱۲

۲۔ History of English Law. p.230-

۳۔ -do- p.240

٤۔ -do-p.231

٥۔ -do- p.256

٦۔ مسند احمد۲/۳۰۳'۳۳۳'۳۷۲

۷۔ بخاری'کتاب البیوع۳/۸۵ و مسلم کتاب المساقاہ' ج:۲'ص:۱۱۹' سنن دارمی
کتاب البیوع'٦٥۷'
سنن ابوداؤد 'کتاب البیوع' حدیث نمبر٥۳۳۵

۸۔ بنی اسرائیل:۷۰

۹۔ سورۃ بقرہ:۲۸۰

۱۰۔ بخاری'کتاب البیوع(استغراض) باب ۱۳'۳/۸٥ ابوداؤد کتاب الاقضیہ
حدیث نمبر٤۸' مسند احمدبن حنبل٤/۳۸۸

۱۱۔ احکام القرآن لابن العربی۱/۲٤٥' دار المعرفۃ'بیروت' نیل الاوطار للشوکانی انسائی
کتاب البیوع' باب ۳۰/۲٦٥مسلم کتا ب المساقاۃ'ص:۱۱۹۱حدیث نمبر۱٥٥٦'
٥/۲٦۲' ترمذی 'کتاب الزکوۃ باب ۲٤'ص:٤٤' ابن ماجہ کتا ب الاحکام '
باب ۲٥'ص:۷۸۹ حدیث نمبر ۲۳٥٦

۱۲۔ بخاری' ص:٦۰'کتاب الانبیاء ' باب ٥۲' مسلم کتاب المساقاۃ حدیث:۲۱'۲/۱۱۹٦

۱۳۔ سورۃ النساء:٥

۱٤۔ **البیہقی فی السنن الکبری'کتاب التفلیس باب الحج علی المفلس'٦/٤۰' سبل السلام'۳/٥٦' طبع حلبی'۳/۸۷۷' مکتبہ عاطف ادارہ الازہر۔**

۱٥۔ **ابن ماجہ کتاب الاحکام' ۲/۷۸٤' حدیث نمبر۲۳٤۰' مسند احمد ٥/۳۲۷**

۱٦۔ ابن ماجہ 'ص:۷۸٤

۱۷۔ سورۃ البقرہ:۲۸۰

۱۸۔ ایضاً ابن ماجہ

۱۹۔ لسان العرب'٦/۱٦٦

۲۰۔ المصابیح المنیر۲/۱۳۷

۲۱۔ القاموس المحیط'۲/۴۸۳

۲۲۔ لسان العرب'۶/۱۶۶ مختارالصحاح الرازی:۱۵'۵۱۱

۲۳۔ هدایة المجتهد ونهایة المقتصد۲/۲۱۴

۲۴۔ نهایة المختاج الی سرح المنهاج الشمس الدین محمد بن ابی العباس احمد بن حمزه' ابن شهاب الدین الرحلی اساقی العصر۴/۳۰۰

۲۵۔ تکملة البیوع۱۰/۱۹۶

۲۶۔ فتح القدیر الخبیر۲۴۲

۲۷۔ هدایة المجتهد۲/۲۱۳

۲۸۔ حاشیة الدسوقی۳/۲۶۱

۲۹۔ المغنی لابن قدامه۲/۴۰۰

۳۰۔ هدایة المجتهد۲/۲۱۳

۳۱۔ اصول الفقه لابی زهره'۱۷۰' دارالفکر العربی' قاهره

۳۲۔ الترمذی'/۲۰۶'کتاب الخبائز' طبع کراچی

۳۳۔ نیل لاوطاره/۳۶۶' البیهقی 'کتاب التفلیس۶/۴۸

۳۴۔ الموطاکتاب الوصیة ۸/۷۷۰

۳۵۔ المبسوط للسرخسی۲۴/۱۶۴

۳۶۔ ایضاً

۳۷۔ Oxford English Dictionary. 5/348.

۳۸۔ Words And Phrases Leagavy Defined. 1/152

۳۹۔ Stroud Judicial Dictionary 1/381

۴۰۔ المبسوط للسرخسی ۲۴/ ۱۶۴

۴۱۔ ایضاً

۴۲۔ قانون افلاس پاکستان Section-6

۴۳۔ (A)-Do

۴۴۔ (B)-Do

۴۵۔ (G)-Do

۴۶۔ (D)-D0

۴۷۔ حاشیه الدسوقی علی الشرح الکبیر'۳/۲۶۲ عیسی الحلبی

۴۸۔ المغنی لابن قدامہ ۵۰۴/۴' مکتبة الکلیات الازھریہ
۴۹۔ تکملة المجموع الفتح العزیز' ۲۱۵'۲۱۶
۵۰۔ المغنی لابن قدامہ۵۰۲/۴ مکتبة الکلیات الازھریہ
۵۱۔ ایضاً۵۰۲/۴
۵۲۔ قانون پاکستانی (Section-6,Sub-E)
۵۳۔ اقرب المسالک۱۲۵/۲
۵۴۔ فتح القدیر۳۲۹/۷' المبسوط للسرخسی۸۸/۵' حاشیہ دسوقی ۳۷۹/۳' الام۱۸۹/۳
۵۵۔ المبسوط للسرخسی۱۸۹/۵' تکملة البیوع فتح العزیز۲۰۱/۱۰
۵۶۔ بدائع الصنائع ۱۷/۷
۵۷۔ فتح القدیر۲۷/۷'المبسوط للسرخسی۱۸۸/۵' حاشیہ دسوقی۳۷۹/۳
۵۸۔ کتاب الام۱۸۹/۳
۵۹۔ قانون ملکی (Section-10)
۶۰۔ Section-6, Sub-C.
۶۱۔ فتح القدیر۳۲۹/۷' المبسوط للسرخسی۱۸۸/۵
۶۲۔ المبسوط للسرخسی۱۶۴/۲۴'۱۸۸/۵
۶۳۔ بدائع الصنائع۱۷۳/۷
۶۴۔ فتح القدیر۲۷/۷'المبسوط للسرخسی۱۸۸/۵' حاشیہ دسوقی۲۷۹/۳
۶۵۔ کتاب الام للشافعی۱۸۹/۳
۶۶۔ السنن الکبری بیہقی کتاب التفلیس۴۸/۶
۶۷۔ ابن قدامہ ۴۸۸/۴' الفتاوی الھندیة ۲۸۶/۵'ص:
۶۸۔ ایضاً۲۰۰/۱۰
۶۹۔ لمدونة الکبری:۲۳۵/۱۳'ص:
۷۰۔ قلیوبی وعمیرہ۲۸۶/۲
۷۱۔ ایضاً ۲۸۶/۲' **ھدایة المجتھد۲۱۹/۲**
۷۲۔ **سیکشن۳۴**
۷۳۔ **فتح القدیر۳۲۷/۷'المبسوط۱۶۳/۲۴**
۷۴۔ ایضاً۲۰۰/۱۰
۷۵۔ ایضاً۴۸۴/۴
۷۶۔ Section-7

۷۷- تکملة المجموع۱۰/۲۰۱'۳۰۰'المدونة۱۳/۲۳۵

۷۸- قلیوبی۲/۲۸٦' المغنی لابن قدامه ٤/٤٥٣/فتح القدیر۷/۳۲۷' تکملة البحر۸/۸۳

۷۹- الموطا'کتاب الوصیة باب ۸'ج:۲/۷۷۰

۸۰- قلیوبی ۲/۲۸٦' تکملة البحر۸/۸۳

۸۱- Section -30 Publication of order of adjudication